شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی
مہتمم جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ

اُمت کا سرمایۂ حیات لٹ گیا
شیخ الحدیث مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت

موت کے ہاتھوں سے مٹ سکتا اگر نقشِ حیات
عام یوں اس کو نہ کر دیتا نظامِ کائنات

غزالاں تم تو واقف ہو کہو مجنوں کے مرنے کی
دِوانہ مر گیا آخر کو ویرانے پہ کیا گذری

- ...... ان کی شہادت کی خبر نے صاعقہ بن کر پوری اُمت کو سوگوار کردیا
- ...... ان کی صحبتیں اور مجالس دل ودماغ کو شاداور فخر وناز ش کے جذبات کو سرشار کرتی رہیں
- ...... شیطانی قوتوں اور بے دین حکمرانوں کی مذموم سازشیں ان کے صبر واستقامت کی چٹان سے ٹکرا کر پاش ہوتی رہیں
- ...... شہادت ان کا مطلوب ومقصود تھا
- ...... ان کی حیات ووفات دونوں قابل رشک ہیں
- ...... نقطۂ نظر، حرفِ تمنا اور شورشِ پیہم

۲رنومبر ۲۰۱۸ء کی عصر کے بعد عزیزم محمد طیب سلمہٗ ربہٗ نے اچانک خبر دیتے ہوئے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ شیخ الحدیث مولانا سمیع الحقؒ کو شہید کردیا گیا ہے، ایسی اچانک اور بھیانک خبر دل ماننے کو ہرگز تیار نہ تھا میں نے کہا، بیٹے! خاموش رہو، یہ ہوائی کسی نے اُڑائی ہوگی محمد طیب سے مکالمہ ختم ہوا تو برادرِ محترم الحاج محمد اسد نے فون کیا اور کہا کہ میڈیا کے تمام چینل مولانا سمیع الحقؒ کی شہادت کی خبر دے رہے ہیں اس کے بعد تو ٹیلی فونک رابطوں پر جگہ جگہ سے اطلاعات اور خبر کی صداقت معلوم کرنے کیلئے رابطہ کرنے والوں کا تانتا بندھ گیا میں استعجاب اور غم واندوہ کے ملے جلے جذبات کے درمیان کچھ ہکا بکا سا

رہا۔ ابھی چند لمحے گزرے تھے کہ جامعہ ابوہریرہ کے مشائخ واساتذہ میرے گھر کے دروازے پر پہنچ گئے باہر نکلا ، حقیقت سے آگاہی ہوئی سب غم واندوہ سے ساکت وصامت اور دم بخود تھے میرے پاؤں تلے زمین نکل گئی ادھر طلبہ محوِ حیرت اور سراپا مجسمۂ گریہ وبکاء بن گئے تھے اساتذہ نے انہیں مسجد میں بلالیا اور مجھے کہا کہ طلباء آگاہ ہو گئے ہیں غمزدہ ہیں انہیں تسلی دیں میں نے خطبہ پڑھا جذبات بے قابو تھے بات کرنے کا یارانہ تھا چند جملے ابھی نہ کہہ پایا تھا کہ طلبہ کی چیخیں نکل گئیں۔

اُمت کا سرمایۂ حیات

اس خبرِ وحشت اثر کو اچانک اور بغیر کسی ذہنی آمادگی کے سن کر سب کے دل دھک سے رہ گئے اور ایسا لگا جیسے کسی نے نہ صرف میرا ہی نہیں بلکہ پوری اُمت کا سرمایہ حیات لوٹ لیا ہے آثار وقرائن اور میڈیا کی اطلاعات سے خبر کی سچائی کے باوصف دل کی گہرائیوں میں مَعاً یہ معصوم خیال مسلسل پیدا ہوتا رہا کہ کاش! یہ خبر غلط ہو، لیکن تمام ذرائع ، میڈیا کے تمام چینلز اور دارالعلوم حقانیہ کے دفتر سے یہ تحقیق ہوگئی کہ محدث جلیل شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحقؒ ، حقانی برادری، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے اساتذہ وطلبہ، اپنی نسبی اور روحانی اولاد بلکہ پاکستان کے تمام مسلمانوں کو یتیم سا چھوڑ کر خلعتِ خونِ شہادت پہن کر اپنے ربّ کے جوارِ رحمت میں جا چکے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون

فعّال متحرک اور سرگرم شخصیت

ہر چند کہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ چند ماہ قبل دل کا آپریشن کر چکے تھے ضعف وعلالت اور مرض کے تمام تر اثرات کے باوصف معاصر علماء، سیاسی زعماء، عمائدین قوم وملت اور دانشوروں کے درمیان ان کی ممتاز ، فعال ، متحرک اور سرگرم شخصیت کے پیش نظر اس خبر کی تصدیق میں خاصا تردد رہا اور یہ حادثہ ایک ناگہانی واقعہ سا محسوس ہوا خصوصاً اس لئے بھی کہ چار روز قبل ان کے ساتھ ''ساعتے با اہل حق'' کے لمحات حاصل تھے ان کے عزائم جواں تھے حوصلے بلند تھے میرے دریافت کرنے پر فرمایا کہ میں دل کے آپریشن کے بعد جوانی کے ولولے محسوس کرتا ہوں مولانا سمیع الحق شہیدؒ دمِ واپسیں تک سرگرمیٔ زیست کی راہ پر محوِ سفر رہے لیکن کیا کیا جائے جب کسی کی موت کا وقتِ معین آجاتا ہے تو ایک لمحہ کے لئے بھی مؤخر نہیں ہو پاتا ہماری خواہش، ضروریات اور توقعات اس کو نہیں ٹال پاتیں۔

فَإِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (الاعراف : ٣٤)

''چنانچہ جب ان کی مقررہ میعاد آجاتی ہے تو وہ گھڑی بھر بھی اُس سے آگے پیچھے نہیں ہوسکتے''

احترام ومحبت کی پہلی پُرشکوہ تصویر

میں ۱۹۷۱ء یعنی اپنی طالب علمی کے سال اول سے ماہنامہ ''الحق'' کا باقاعدہ قاری بن گیا تھا مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے وقیع تحریروں، اپنی واضح علمی عظمت اور علمی و ادبی اور مربوط مضامین کے مطالعہ سے میرے معصوم دل کے سادہ صفحے پر احترام ومحبت کا پُرشکوہ شیش محل بنالیا تھا۔ ۱۹۷۵ء میں جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں داخلہ لیا۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ اپنی پُر رونق شکل وصورت سے میری نگاہوں میں بس گئے ان کی خوبصورت حسین تصویر دل پر نقش ہوگئی ......

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکا لی دیکھ لی

دلربائی ورعنائی

شعور وآگہی کے آئندہ دور میں جب حضرت سے تلمذ اور استفادے کے مواقع ملے، خدمت و رفاقت اور قربت کے مراحل سے گذرا تو یہ خوب اندازہ ہوگیا کہ معاصرین، اساتذہ وعلماء اور قائدین کی طویل فہرست میں یہ وصفِ دلربائی ورعنائی مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے خصوصی امتیازات میں سے ہے۔

مولانا شہیدؒ سے میری بے پناہ محبت، والہیّت اور رشتۂ تلمذ کی دوسری بنیاد ان کے علم وفضل کے ساتھ ساتھ، پاکستان میں اسلام کی سربلندی، نفاذِ شریعت کی جدوجہد اور اسلامی انقلاب کے برپا کرنے کے سلسلے میں ان کی بے پناہ کوششیں، مجاہدانہ مساعی، جہدِ مسلسل اور پیہم تگ ودو کا اعتراف وقدردانی تھی جو وقت کیساتھ ساتھ میرے دل ودماغ کو شاد اور فخر ونازش کے جذبات کو سرشار کرتا گیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں انبیاء، صدیقین، شہداء اور جمیع صالحین کے ساتھ جنت الفردوس سے نوازے۔

اصلاحِ انقلاب اُمت کے مساعی

اور یہ ایک طے شدہ اور قطعی حقیقت ہے کہ توفیقات، استعدادات اور صلاحیتیں مخلوق خدا میں صرف اور صرف اللہ ہی کی طرف سے حسب انتخاب' ازل سے تقسیم ہوتی ہیں اور یہ بھی مسلّم امر ہے کہ خالق لم یزل ہی حالات، ازمنہ اور اوقات کے تقاضوں کے مطابق غلبۂ دین، ترویج شریعت اور اصلاحِ انقلاب امت کے لئے رجالِ کار پیدا کرتا ہے تو یقیناً یہ بھی مثل آفتاب ومہتاب نا قابل انکار سچائی ہے کہ خدائے عظیم وقدیر نے شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو ایک جید عالم دین، ایک مجاہد وقائد، ایک سراپا مجسمۂ جہاد اور بیدار مغز وباتوفیق بنا کر پیدا کیا تھا۔

اوصاف وکمالات

وہ قیام پاکستان سے تاہنوز طلاطم ہائے مصائب اورابتلاءات میں گھری ہوئی کشتی ملت کے چیدہ وچنیدہ سعادت مند ناخداؤں میں سے ایک تھے اللہ تعالیٰ نے ایسے زبردست اور ہمہ جہتی اوصاف وکمالات سے نوازا تھا جن میں معاصر علماء، زعماء ملت اور قائدین میں کوئی ان کا شریک نہ تھا یعنی علم وعمل، قلم وکتاب، گویائی وخطاب، ذہانت وجرأت اور جذبۂ ترویج شریعت، اسی لئے پاکستان میں آزاد وسیکولر حکمران، قائدین، بے دینی کی تحریکات، فتنہ ہائے ضالہ بالخصوص قادیانیت کے بے لگام مذموم مساعی اور مغربی کلچر کی یلغار میں مذہب وعقیدہ پرعمل، نفاذِ شریعت کی مساعی اور دینی مدارس کے قیام استحکام کی راہ میں درپیش مسائل وآزمائشیں شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ اوران جیسے ذہین وجرأت مند بہادر ومجاہد علماء کی موجودگی میں اسلامیانِ پاکستان کیلئے حوصلہ شکن نہ بن سکیں کیونکہ انہوں نے پاکستان میں دینی قوتوں، مذہبی زعماء اور اسلامی تحریکات کے قائدین کو مسائل ومشکلات سے نمٹنے، اپنے اسلامی تشخص کو برقرار رکھنے اور سیکولر سیاسی وقومی دھارے کی گردن پر لٹکتی ہوئی تلوار سے بچے رہنے کا حوصلہ دیا چنانچہ دفاعِ پاکستان کونسل سمیت تمام دینی قوتیں تمام تر حوصلہ شکن حالات کے باوجود خودداری وخوداعتمادی کے ساتھ زندہ رہنے کے جذبے سے سرشار تھے ملکی وقومی، حکومتی اور سیاسی زندگی کی بے حساب وبے رحم ناہمواریاں ان کی حکمت ودانائی، علمی ودینی اور سیاسی سوجھ بوجھ اوران کے صبر وعزیمت کی چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہوتی رہیں اوران شاء اللہ ان کے تلامذہ، نسبی وروحانی ابنا اوردینی قوتوں اور علماء کے جاری مساعی سے آئندہ بھی ناکام ونامراد ہوتی رہیں گی۔

اسلامی انقلاب کے گل بوٹے کھلیں گے

اگر چہ بظاہر تو ایک اَن دیکھی قوت نے خنجر کے پے در پے وار سے شیخ الحدیث مولانا سمیع الحقؒ کو شہید کردیا ہے مگر اس کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ شہید کا ایک قطرۂ خون بڑے بڑے جفاشعار اور ستم گروں کے آتشکدہ کولحوں میں ٹھنڈا کر کے رکھ دیتا ہے۔مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی جاں فروشی نے پاکستان اور افغانستان میں شہادت کی ایک پوری فصلِ بہار اُگائی ہے۔اس کی برکت سے آج دنیا بھر میں اسلامی انقلاب کے گل بوٹے کھل اور مہک رہے ہیں جن کی خوشبو ان شاء اللہ قیامت تک دنیا کو معطر کرتی رہے گی۔

شہادت ان کا مطلوب ومقصود تھا

شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی علمی عظمت، اتالیقی رفعت، فکری وسعت اور دینی حمیّت اپنی جگہ مسلّم مگر میری ساری توجہ کا مرکز ان کا جذبۂ جہاد، ذوقِ شہادت، طلب شہادت اور بالآخر دعائے شہادت رہا ہے۔ مولانا شہیدؒ محض مفکر، معلم اور صرف مجاہد ہی نہ تھے بلکہ شہادت ہی ان کا مقصود ومطلوب تھا۔

ساحل مراد کا نظارہ

ان کی جہادی فکر کی کشتی کا چپو جذبۂ ایثار وشہادت سے معمور ہاتھوں میں تھا اس لئے کشتی کے سوار ایک ہی جگہ منجمد ہو کر نہ رہے بلکہ وہ دریا کی روانی کا لطف اُٹھاتے رہے موجوں کی اٹھکیلیاں دیکھتے رہے لہروں کے مد وجزر سے آگاہ رہے، دریا کا سینہ چیر کر آگے بڑھنے کا مزہ چکھتے رہے اور ساحلِ مراد کا نظارہ بھی کرتے رہے وہ جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت کے ولولے ہی ہیں جو الفاظ کو باقاعدہ زبان دیتے ہیں جوان کی نوک کو خنجر وسنان اور پلک کو شمشیر وتیر بنا دیتے ہیں جو سیدھے ظالم جابر اور آمر حکمرانوں اور طاغوتی طاقتوں کے سینوں میں اتر جاتے ہیں۔

نقطۂ نظر، حرف تمنا اور شورشِ پیہم

شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ گوشہ نشین مفکر، بے جان لفظوں کے مصنف، اور چٹ پٹی تحریروں کے مؤلف نہیں تھے بلکہ انکا ہر خطاب، انکی گفتگو اور انکی ہر کتاب، صحیفۂ انقلاب کا درجہ رکھتی ہے قارئین جانتے ہیں کہ میرے استاذ کی کتاب کا ہر باب، بابِ مزاحمت ہے ہر باب کا ہر عنوان نشانِ منزل ہے عنوان کی ہر سطر راہِ شوق ہے سطر کا ہر لفظ مجسم جہاد ہے لفظ کا ہر حرف، حرفِ تمنا ہے حرف کا ہر نقطہ باقاعدہ نقطۂ نظر ہے اور نقطے کا ہر شوشہ شورشِ پیہم ہے جس نے نام نہاد حکمرانوں، ظالم جابر وآمر بادشاہوں کے تاج کو اچھال کر اور تخت کو ڈھال کر رکھ دیا۔

شہید کے قلم وزبان کی دلچسپ داستان

مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اپنی تمام کتابوں میں قلم وکمان، تحریر وادب اور تراکیب واستعارات کی بھرمار نہیں کی بلکہ ان میں تلوار رکھ کر اور بارود بھر کر رکھ دیا جب وہ پھٹا تو کاخ ہائے کجکلاہ اور ایوان ہائے شاہی کو راکھ کا ڈھیر بنا دیا، ان کی تقریریں اور تحریریں ریکارڈ میں محفوظ کرنے اور کتب خانوں کی زینت بنانے کیلئے نہیں بلکہ آتش بداماں مجاہدین کے لئے تھیں جنہوں نے اپنی اٹھلاتی اور انگڑائی لیتی جوانیاں افغانستان کے معرکہ ہائے کارزار میں خاک وخون کی نذر کر کے حضرت معاوذ معوذ کی جوانی کی یادیں تازہ کردیں۔

خون کی سرخی انمٹ ہوتی ہے

مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے جس عنوان پر بھی کام کیا اسے دعوت وانقلاب اور تسلسل عمل کا مرقع بنا دیا روایتی سیاست دان تو اچھے خاصے جاندار موضوع، اور ایک کامیاب تحریک کو بھی موت کی اوڑھنی اوڑھا کر بوجھل لاش بنا دیتے ہیں۔لیکن مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے مردہ لفظوں کو مسیحا بنا دیا جنہوں نے پوری قوم کو زندگی اور نئی روح سے آشنا کر دیا، ان کی شہادت نے وہ سارے اسرار ورموز کھول دیے ہیں جو کسی فلسفی سے حل نہ ہوئے اور کسی منطقی سے کھل نہ سکے قلم کی سیاہی مٹ سکتی ہے مگر خون کی سرخی انمٹ ہوتی ہے، قلم کی نگارشات صفحات کی زینت بنتی ہیں جبکہ خونِ شہید لوح کائنات پر ثبت ہو جاتا ہے جسے زمانہ مٹانا بھی چاہے تو نہیں مٹا سکتا۔

جب شہید ناموسِ رسالت کا خون نچوڑا گیا

کوئی مجھ سے یہ توقع رکھے کہ میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے خطبات کے حوالے دوں گا افسوس میں اس پر پورا نہیں اتر سکوں گا اس لئے خطبہ تو بس وہیں ختم ہو گیا جو امام حسینؓ نے کربلا میں دیا تھا اب تو اس پر عمل کی ضرورت ہے مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اس خطبے کی صداقت وحقانیت کو اپنی رگوں میں کشید کرلیا تھا جب نچوڑا گیا تو شہادت کا خون بن گیا، ان کے اپنے گھر میں ان کے بستر اور فرش پر بہنے لگا مگر اپنے ساتھ جبر واستبداد، ظلم واستکبار اور مظالم کے سارے سازوسامان بہا لے گیا۔

انقلاب آفرین افکار کی ٹیکسال

مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے ماشاء اللہ علم کے ہر شعبے میں کمالِ درک حاصل کیا، قرآنیات، احادیث نبوی، فقہ وفتاویٰ، اقتصادیات وسیاسیات، ان تمام موضوعات پر مکمل عبور حاصل کیا، ملک وبیرون ملک کی لائبریریاں کھنگال ڈالیں بڑے بڑوں سے براہِ راست اور بالمشافہ کسب فیض کیا مگر اپنے دماغ کو صرف کتب خانہ نہیں بنایا بلکہ ایسا ٹیکسال بنایا جہاں انقلاب آفرین افکار ڈھلتے تھے انہوں نے کائنات کا مطالعہ مقصد حیات کے زاویۂ نگاہ سے کیا اور اس میں سے اپنا مقصد زیست ڈھونڈ نکالا۔

شہیدؒ نے عشق رسول کو موضوع سخن اور مہبطِ عشق بنالیا

انہوں نے علوم نبوت پر تحقیق کی اور درس وتدریس کا شغل اپنایا اور اپنے لئے ''عشقِ رسول'' کو موضوع سخن اور مہبطِ عشق بنالیا۔ وہ قرآن مجید کی تفسیر پڑھاتے رہے اور تفسیر لکھتے رہے قرآن کی ہر آیت اور علوم نبوت کی ہر حدیث سے خوئے دلبری بھی سیکھ لی، غرض کائنات کے گوناگوں

رنگ ہیں ہر رنگ نظر نواز اور دلآویز مگر سمیع الحق شہیدؒ کو ایک ہی رنگ پسند آیا اور وہ تھا جہد مسلسل اور اتحاد امت، وحدت ملت کی مسلسل مساعی اور شہادت کا رنگ، جو چوکھا بھی ہے اور گہرا بھی ......

جلوے تو بے شمار تھے اس کائنات میں
یہ اور بات ہے کہ نظر تم پر جم گئی

یہ قدم قدم بلائیں یہ سواد کوئے جاناں

دنیائے کائنات اور زندگی کے سپاٹ خاکے میں جہاد وشہادت کا رنگ بھرنے کیلئے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کن کن مصائب وآلام کا شکار ہوئے؟ یہ تو ہر اس شخص کا دل جانتا ہے جس کی اس کوچے سے کبھی راہ ورسم رہی، جہاد وشہادت کا مشن بیک وقت غمِ جاناں بھی ہے اور غم دوراں بھی، ہر ایک غم سے نمٹنے کو عمر خضر درکار ہے۔ اس راہ میں ملامت کے کانٹے بھی ہیں جو پاؤں کو پھوڑا بنا دیتے ہیں حرص وہوا کی جھاڑیاں بھی ہیں جو قدم قدم پر دامن سے الجھتی ہیں تشدد کی بھٹیاں بھی ہیں جو چوبیس (۲۴) گھنٹے دہکتی رہتی ہیں ہر موڑ پر سولیاں بھی گڑی ہیں جو اُٹھتی جوانیوں کو ڈائن بن کر نگل جاتی ہیں۔ چاہتوں، عزیز داریوں، دوستیوں، لذتوں اور امنگوں کی بیڑیاں بھی ہیں جو قدموں کو بوجھل بنا دیتی ہے مگر شہادت کے حریص نہ تحریص کے پھندے میں پھنستے ہیں نہ ترہیب کے کوڑے سے خوف کھاتے ہیں کیونکہ انہیں پہلے دن سے معلوم ہوتا ہے ....

یہ قدم قدم بلائیں یہ سوادِ کوئے جاناں
وہ یہیں سے لوٹ جائے جسے زندگی ہو پیاری

اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

شہادت کا متمنی اس راہ میں پہلا قدم اُٹھاتا ہے اسے یقین ہوتا ہے کہ کوئی مجھے بڑھ کر ہار پہنانے والا نہیں۔ کہیں سے زندہ باد کا نعرہ نہیں سنائی دیگا، کوئی خوش آمدید کہنے والا نہیں، کوئی دکھ بانٹنے والا نہیں، کوئی آبلوں پر پھاہا رکھنے والا نہیں، کوئی شجر سایہ دار نہیں، کہیں گھنی چھاؤں نہیں بلکہ وہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ......

یہ عشق نہیں آساں بس اتنا سمجھ لیجئے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

حیات ووفات دونوں قابل رشک ہیں

ان کی آرزوئے شہادت ۲ر نومبر کو برآئی جب حضرت حسینؓ کی سنت میں خود بھی جامِ شہادت نوش کرلیا اور اپنے من کی مراد بھی پالی۔ ہمارے مخدومؒ کی زندگی اور موت دونوں قابل رشک ہیں یعنی زندگی غلبۂ اسلام کی جدوجہد میں گذری اور موت شہادت کی نصیب ہوئی، دراصل سامراج کے پجاری حکمرانوں کا مزاج شروع دن سے یہ رہا ہے کہ وہ عقل واستدلال اور حقیقت پسندی کے بجائے اپنا سارا کام دار ورسن، قیدوبند اور قتل وغارت سے چلاتے آتے ہیں اور ہمیشہ اس خوش فہمی میں مبتلا رہتے ہیں کہ انسان جب نظر بند ہوگیا تو اس کا دماغ بھی بند ہوگیا، دل بھی بند ہوگیا اور جذبات بھی بند ہوگئے اب وہ کیا سوچے گا، کیسے سوچے گا؟ کیا تمنا کرے گا اور کیا عزائم لے کر آگے بڑھے گا؟

ناموسِ رسالتؐ کے دیوانوں کی ادائیں

حالانکہ تاریخ کا روزِ اول سے یہ مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ جس طرح ''فرزانے'' حیلہ سازی سے باز نہیں آتے اسی طرح ''دیوانے'' بھی جان بازی سے کبھی نہیں رکتے۔

لیلائے شہادت کے مستانے

سوایک ''خو'' حکمرانوں کی ہے اور ایک وضع افتادگانِ خاک کی ہے نہ وہ اپنی عادت بدلنے پر قادر، نہ یہ اپنی روایت چھوڑنے کو تیار۔ دنیادار ارباب اقتدار سوچتے ہوں گے کہ آخر یہ ''شہید'' زندگی کا کیا لطف لیتے ہوں گے۔ حکمران دن کو خوب حکومت کا کاروبار کرتے ہیں اور راہِ حق کے متمنّی شہادت سردوگرم سے بے نیاز اپنے مشن میں منہمک رہتے ہیں۔ ارباب اقتدار کی راتیں عزت کدوں میں بسر ہوتی ہیں اور متمنّی شہادت جیل کے کسی کونے میں رات گذارتے ہیں، دنیادار تخت اور ارباب تخت کے قرب میں سرگرداں رہتے ہیں اور متمنّی شہادت اس کے سائے سے بھی دور اور نفور رہتے ہیں۔ ارکانِ حکومت کھنکتے سکوں کی جھنکار سے دل بہلاتے ہیں اور مجاہد، ہتھکڑیوں کی چھن چھن میں خوش رہتے ہیں۔ وزراء کسی پائل سے مسحور ہوتے ہیں اور لیلائے شہادت کے دیوانے اپنے ہی پاؤں میں پڑی بیڑیاں دیکھ دیکھ کر مسرور ہوتے ہیں۔ دنیا کے پجاری دوسروں سے چھین کو مطمئن ہوتے ہیں اور لیلائے شہادت کے محبین اپنا سب کچھ لٹا کر خوش ہوتے ہیں۔ ارکانِ حکومت وزارت کا عہدہ پاکر پھولے نہیں سماتے اور متمنّی شہادت، شہادت کا مرتبہ پاکر اُٹھلاتے نظر آتے ہیں دنیاداروں کی نظر میں شہادت کی راہ چلنے والے لذت، خوشی، لطف، کیف اور سرور سے محروم ہوتے ہیں اور شہداء کی روحیں

ایسے لوگوں کو متوجہ کر کے ان سے مخاطب ہوتی ہیں کہ ......

ایسے دیوانے تو نہ تھے جہاں سے گذرنے والے
ناصحو! پند کرو راہ گزر تو دیکھو

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی تمنائے شہادت کا مفہوم یہ رہا کہ دولت ، طاقت اور ذرائع ابلاغ کے زور پر ظالم کو وضع دار ، اور مظلوموں کو آوارہ گرد ثابت نہ کیا جائے بونے کو قدآور اور صاحبِ قامت کو بے وقوف نہ بنایا جائے ،علم اور تقویٰ کی جگہ بیساکھی اور کلغی کو رواج نہ دیا جائے اور ہر شخص چمڑے کا سکہ چلا کر وقت کا بچہ سقہ نہ بن جائے ۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا آخری پیغام

ان کا پیغام تھا کہ انقلاب میں کسی بیساکھی ،کلغی، کسی نوہزاری اور دہ ہزاری ، کسی نوابی اور معلّی انقلابی کی گنجائش نہیں ہوتی بلکہ اس کی بارگاہ میں صرف ایمان ،تقویٰ ،علم ،عزیمت ، روشن ضمیری ،راست فکری اور خود آگہی کو شرف ملتا ہے۔

دورِ حیات آئے گا قاتل قضا کے بعد

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی فکر جب ایسی ہو تو باطل قوتوں کو اپنی فکر کیوں نہ لگے؟ سو مولانا سمیع الحق شہیدؒ غلبۂ اسلام کی فکر پیش کرتے رہے اور امریکی سامراج کے پجاری اپنے اقتدار کی فکر کرتے رہے ۔یوں ایک کشمکش جاری تھی سامراجی کارکن خنجر چلاتے رہے اور سمیع الحق شہیدؒ اپنا جگر آزماتے رہے بالآخر خنجر کی تیز دھاریں ان کے سینے میں پیوست ہو گئیں ، اقتدار و استبداد کے متوالے خوش ہو گئے تاہم سمیع الحق شہیدؒ کی آخری ہچکی قوم کے لئے گلبانگ مسیحا بن کر نشۂ اقتدار کے بدمستوں کو پیغام دے گئی ہے ......

دورِ حیات آئے گا قاتل قضا کے بعد
ہے ابتداء ہماری تیری انتہاء کے بعد

یہ ایک مسلم تاریخی حقیقت ہے کہ جب کوئی قوم یا فرد ملوکیت اور شاہی استبداد کے خلاف اُٹھ کھڑا ہو، اور باطل قوتوں کے مقابلے میں سر اُٹھاتا دکھائی دے تو وہ فوراً دہشت گرد بن جاتا ہے اور اگر اپنے حق خودارادی سے دستبردار ہو جائے غیروں کا دست نگر بن جائے بڑی طاقتوں کا حاشیہ بردار رہے، اپنی آزادی اور استقلال سے ناآشنا رہے اور ہمیشہ سیاسی اور اقتصادی غلامی کا جوا اپنے

گلے میں ڈالے تو وہ روشن خیال، ترقی پسند اور ماڈرن کہلانے کا مستحق ہے۔ گویا دوسرے الفاظ میں امریکہ اور یورپ کی بالادستی کا قبول کیے رکھنا اور فرنگی تہذیب و معاشرت کا اسیر بنے رہنا روشن خیالی اور اس کے مقابلہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ غیر متزلزل وفاداری اور اعلاء کلمۃ اللہ کا اظہار اور جہاد کا نعرہ دہشت گردی قرار پاتا ہے۔

عالم کفر کی نگاہوں میں کانٹا

اہل مغرب کو ہماری داڑھی، پگڑی اور شکل وصورت سے بھی خطرہ ہے اور نظریۂ حیات سے بھی۔ اسلام کے فیصلہ کن عقائد ونظریات کی موجودگی میں اہل یورپ ہم سے کبھی خوش اور مطمئن نہیں ہوسکتے، ان کے لئے بڑا چیلنج اسلام، جہاد، مجاہدین اور علماءِ حقانی ہیں۔ ان کی نفسیاتی اور عملی یلغار کا ہر راستہ اسلام اور اہل اسلام کی طرف جاتا ہے۔

مولانا سمیع الحق اسلام اور اسلامی نظام کے نفاذ کے علمبردار بھی تھے اور تحریک نفاذِ شریعت کے محرک بھی، وہ جہاد کے حامی بھی تھے اور مجاہدین افغانستان کے استاد بھی۔ اس لئے مولانا سمیع الحق اپنی عالمانہ وضع قطع اور داعیانہ ومجاہدانہ کردار کے باعث امریکی اور یورپی دنیا کی نگاہوں میں کھٹکتے رہے۔ جنہیں بالآخر ایک منصوبہ بند سازش کے تحت بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کردیا گیا مگر ان کا مشن بھی زندہ ہے جامعہ دارالعلوم حقانیہ بھی قائم اور فضلاءِ حقانیہ بھی معرکۂ کارزار میں مصروفِ جہاد ہیں۔

جامعہ حقانیہ کے مہتمم شیخ الحدیث مولانا انوار الحق نائب مہتمم مولانا حامد الحق' ماہنامہ الحق کے مدیر مولانا راشد الحق حقانی، مولانا اسامہ سمیع حقانی، مولانا خزیمہ سمیع حقانی جمیع برادران اور بھتیجے مولانا عرفان الحق' مولانا لقمان الحق' مولانا سلمان الحق حضرت شہیدؒ کے تمام نسبی و روحانی ابناء اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے جمیع فضلاء حکمت وتدبیر اور حالات کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت شہیدؒ کے مشن کو زندہ رکھیں گے۔

مثلِ ایوانِ سحر مرقد فُروزاں ہو ترا!   نُور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا!
آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے   سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے